اسلامی اور مغربی افکار و عقائد کی روشنی میں آزادی

آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای مدظلہ الشریف

جس روز ہماری قوم نے خوف اور لالچ کے حصار کو توڑ ڈالا، مزدور نے اپنی مزدوری، تاجر نے اپنی آمدنی، طالب علم نے اپنے تعلیمی سال اور فوجیوں نے اپنے امتیازات کو نظرانداز کر دیا۔ جب لوگ داخلی قید و بند سے آزاد ہو گئے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ سڑکوں پر آ گئے۔ ان لوگوں نے اپنی مٹھیاں باندھ رکھی تھیں۔ ظالم شاہی حکومت نے دیکھا کہ یہ لوگ اپنے نفس کی غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں اور کسی چیز کی پرواہ کئے بغیر ظلم سے ٹکرانے کے لئے ہمہ تن آمادہ ہیں۔ پس ان مٹھی بھر لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ اٹل ارادہ والی قوم پر قابو حاصل کرنے کے لئے ان کے پاس کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ عالمی سطح پر بھی بالکل ایسا ہی ہے کہ جو قوم اپنے احساسات، منفی خصلتوں، بیجا خواہشوں، شہوتوں اور حرص و طمع کی غلام نہیں ہے وہ اپنے علاوہ کسی دوسرے وجود کی غلامی ہرگز تسلیم نہیں کرے گی اور دنیا کی ظالم و ستمگر طاقتوں کے دباؤ کو بھی ہرگز تحمل نہ کرے گی۔ درحقیقت یہ وہ نسخہ ہے جو دنیا کی تمام قوموں کے لئے لائق عمل ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام اقوام عالم کے درد کی کارآمد دوا ہے یعنی انسان کی داخلی اور معنوی آزادی اس کو غلامی کی ان زنجیروں سے نجات و آزادی عطا کر دیتی ہے جو انسان کو ان کی نقل و حرکت اور سرگرمیٔ ارادہ سے دور رکھتی ہیں لیکن واضح رہے کہ غلامی و اسیری کی یہ زنجیریں اس کے ذاتی وجود کے باہر نہیں ہیں بلکہ خود اس کے وجود کے اندر پائی جاتی ہیں۔ پس اسلام اور مغربی مکاتب فکر کی نظر میں آزادی کے سلسلے میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں ان میں اس فرق و اختلاف کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

مغربی مکاتب فکر میں انسان کی داخلی آزادی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ان کا اخلاق بھی معنویت اور معنوی الٰہی فکر سے بالکل الگ ہے۔ اسی وجہ سے وہ ایک خشک اور بے بنیاد اخلاق بن کر رہ گیا ہے البتہ ان کے معلمین اخلاق اس شعبہ میں طرح طرح کی سفارشیں کیا کرتے ہیں اور اس موضوع پر کتابیں بھی لکھتے رہتے ہیں۔ لیکن آزادی کی بحث سے علاحدگی کے ساتھ وہ اس کو انسان کی آزادی نہیں تسلیم کرتے، جب کہ اسلام اس کو انسان کی آزادی تسلیم کرتا ہے۔ اس موقع پر اسلامی رہنماؤں کے کچھ اقوال نقل کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ خود اندازہ لگا سکیں کہ اسلام کی نظر میں یہ آزادی درحقیقت معنوی اور انسان کی داخلی زنجیروں سے مکمل نجات و آزادی ہے۔

۱۔ ''لَا یَستَرِقَنَّکَ الطَّمَعُ وَ قَدْ جَعَلَکَ اللّٰہُ حُرًّا''
یعنی اے انسان! حرص و لالچ تجھے اپنا غلام نہ بنانے پائے

جب کہ خداوند عالم نے تجھے آزاد خلق کیا ہے۔

آخر وہ آزادی کیسی آزادی ہے جس کو لالچ چھین لیتی ہے؟ انسانی طمع وحرص اس کو اپنا قیدی بنا لیتی ہے! یہ آزادی نہیں بلکہ آزادی کے بجائے غلامی ہے۔ آخر یہ کون سی منطق ہے کہ انسان آزادی پسند ہو اور خود کو آزاد سمجھتا ہو لیکن اس کا وجود طمع کے بندھن سے جکڑا ہوا ہو۔ درحقیقت یہ آزادی خود بخود غلامی اور اسیری میں تبدیل ہو جائے گی۔

۲۔ ''مَنْ تَرَکَ الشَّھَوَاتِ کَانَ حُرًّا۔'' یعنی جو شخص ہویٰ وہوس اور نفسانی خواہشات سے خود کو آزاد کرا لیتا ہے وہ واقعی آزاد اور حر ہے۔

جو شخص خواہشات کا غلام اور نفسانی رجحانات کا قیدی ہے وہ آزاد کیسے رہ سکتا ہے۔ جب انسانی طمع وحرص اس کو اپنا غلام بنائے ہوئے ہے تو پھر وہ آزادی کا دعویدار کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ بات اسلامی نقطۂ نگاہ سے آزادی کو اس آزادی سے بالکل علاحدہ کر دیتی ہے جو مغربی مکاتب فکر کی روشنی میں پروان چڑھتی ہے یعنی اندرونی اور روحانی آزادی کا یہ تصور اسلامی اور مغربی آزادی کے درمیان واضح فرق اور دوری پیدا کر دیتا ہے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ''اگر کوئی شخص اپنی نفسانی خواہشات کا غلام ہے تو اسے آزاد چھوڑ دو'' یہ آزادی نہیں ہے بلکہ یہ غلامی ہے۔ کوئی بیرونی عنصر یا سبب کسی شخص کو ایسا غلام نہیں بنا سکتا جیسا کہ اندرونی شہوت اور ہویٰ وہوس اس کو اپنی اسیری کی زنجیروں میں جکڑ لیتی ہے یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کی سامراجی طاقتیں اقوام عالم اور نامور شخصیتوں، یہاں تک کہ مجاہدوں اور مخلص رضا کاروں کو اپنا غلام بنانے کے لئے اسی ہتھکنڈوں کا استعمال کر رہی ہیں اور ان لوگوں کو شہوت کے جال میں پھنسا دیتی ہیں۔ آج دنیا کے کونے کونے میں جاسوسی کا کام کرنے والی تنظیمیں بھی اپنے مشن میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اسی روش کا استعمال کر رہی ہیں۔ وہ جن شخصیتوں سے مرعوب ومتاثر ہوتی ہیں یا رکاوٹ کا خطرہ محسوس کرتی ہیں تو اپنی خفیہ اور مرموز روش کے ذریعہ انھیں دولت، عورت اور شہوت کے جال میں اس طرح گرفتار کر لیتی ہیں کہ انھیں پتہ بھی نہیں لگ پاتا اور دیکھتے ہی دیکھتے آزادی کا دم بھرنے والا، ظلم کے خلاف فلک شگاف نعرہ بلند کرنے والا شخص ان تنظیموں کا فرمانبردار غلام بن جاتا ہے۔ پس شہوتوں کے ذریعہ بھی انسانوں کو اسیری اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑا جا سکتا ہے۔

۳۔ ''مَنْ زَھَدَفِی الدُّنْیَااَعْتَقَ نَفْسَهٗ وَاَرْضَیٰ رَبَّهٗ۔'' جو شخص دنیا کی چمک دمک اور دنیوی رجحانات سے لاپرواہی اختیار کرتا ہے وہ درحقیقت خود کو آزاد اور اپنے خدا کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔

۴۔ ''اَلْحُرُّ حُرٌّفِی جَمِیْعِ اَحْوَالِهٖ اِنْ نَابَتْهُ نَائِبَةٌ صَبَرَ لَهَا وَاِنْ تَدَاکَّتْ عَلَیْهِ الْمَصَائِبُ لَمْ تَکْسِرْهُ'' آزاد شخص ہر حالت میں آزاد ہوتا ہے۔ اگر اس پر سختی کی جاتی ہے تو بڑے صبر کے ساتھ وہ اس کو تحمل کر لیتا ہے۔ وہ مصائب وپریشانی اور خوف ومصیبت سے گھبراتا نہیں ہے۔ اگر مصیبتیں چاروں طرف سے اس پر حملہ آور ہو جائیں اور اس پر ہر طرح کے دباؤ ڈالنے لگیں تو بھی وہ اپنے موقف سے روگردانی نہیں کرتا۔ ایسے شخص کو آزاد کہا جاتا ہے اور اسلامی مفہوم میں ایسی ثابت

قدمی کو آزادی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسلام اور مغربی افکار و عقائد کی روشنی میں آزادی کے حقیقی مفہوم و معنی کے درمیان موجود فرق کا خاکہ پیش کیا جاچکا۔ جس کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی اصطلاح میں آزادی کا مطلب صرف ''بیرونی قید و بند اور غلامی کے ظاہری بندھنوں سے دوری اختیار کر لینا نہیں ہے بلکہ غلامی کی داخلی زنجیروں سے چھٹکارا حاصل کرنا سب سے بڑی اور اہم آزادی ہے'' اور اگر کوئی شخص ظاہری آزادی سے مالا مال اور داخلی آزادی سے محروم ہے تو اسلامی افکار وعقائد کے بموجب وہ آزاد نہیں ہے۔

اس جگہ اس بات کی طرف اشارہ کرنا لازمی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ''تقویٰ'' اور ''تزکیہ نفس'' جیسے مقدس الفاظ کو بار بار استعمال کیا گیا ہے اور ان الفاظ پر بڑی تاکید بھی کی گئی ہے کیونکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان آزادی کی راہ میں آنے والی اندرونی اور داخلی رکاوٹوں پر غلبہ حاصل کر لے۔

تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ ''انسان بڑی ہوشیاری کے ساتھ اپنا دفاع کرے اور اپنے نفس کو شہوتوں، خواہشوں، جہالتوں اور لغزشوں سے محفوظ رکھتے ہوئے اس کو صحیح انسانی اور الٰہی راہ پر ثابت قدم رکھے اور ادھر اُدھر بھٹکنے نہ دے۔''

تزکیہ کا مطلب ہے کہ ''انسان قلبی اور روحانی مفاسد نیز بدعنوانیوں اور جھمیلوں سے دوری اور علاحدگی اختیار کئے رہے۔'' اگر کسی شخص میں تقویٰ اور تزکیہ پیدا ہوگیا تو حقیقی اعتبار سے وہ شخص آزاد ہے اور دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں پر بھی وہ فتح حاصل کرسکتا ہے اور اس اعتبار سے اس میں یہ صلاحیت بھی پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ آزادی کو دھمکی دینے والی طاقتوں پر غلبہ حاصل کر لے۔

آپ لوگوں میں سے اکثر افراد نے ''دیوجانس'' کی داستان سنی ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ''سکندر مقدونی'' نے اپنے دور حکومت میں دنیا کے بہت بڑے علاقے پر فتح حاصل کر رکھی تھی۔ وہ ایک جگہ سے گزر رہا تھا لوگ اس کی تعظیم میں زمین پر بچھے جارہے تھے اور اس کی تعریف میں ہمہ تن سرگرم تھے۔ لیکن پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ایک مرد فقیر سڑک کے کنارے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس فقیر نے سکندر کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اس نے پوچھا یہ کون ہے؟! لوگ اس آدمی کو سکندر کے پاس لے گئے۔ سکندر نے پوچھا: تونے میرا احترام کیوں نہیں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ: میں تیرا احترام کیوں کروں، تو تو میرا غلام ہے؟ سکندر نے حیرت بھری نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا: تو پاگل تو نہیں ہوگیا کہ مجھ جیسے آدمی کو اپنا غلام کہہ رہا ہے۔ اس مرد فقیر نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے سکندر! تعجب مت کر کیوں کہ تو اپنی شہوت اور اپنے غصہ کا غلام ہے اور میں نے شہوت اور غصہ پر غلبہ حاصل کر رکھا ہے۔

جی ہاں! جس شخص نے شہوت، نفسانی خواہش اور غصہ پر قابو حاصل کرلیا ہے وہ یقیناً آزاد ہے، کیونکہ وہ شہوت کا غلام نہیں بلکہ خود شہوت اس کی غلام ہے اور یہ شخص ہر اس آدمی یا ادارہ سے زیادہ طاقتور ہے جو مادّی طاقتوں سے مالا مال ہے لیکن اپنی ذاتی خواہشات کا غلام بھی ہے۔ پس اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ حکماء،

علماء، دانشمند، انبیاء اور افراد معرفت کے پاس ظاہری طاقت تو نہیں ہوتی تھی پھر بھی ان لوگوں نے سکندر اور کوروش جیسے متعدد حاکموں اور بادشاہوں پر شاندار کامیابی حاصل کر لی۔ انھیں اپنے دور حیات میں تو کامیابی نہیں ملی لیکن تاریخ میں کامیاب ہو گئے۔

دنیا کے نامور حکمرانوں اور بادشاہوں کا تو نام ہی باقی رہ گیا اور نام کے ساتھ صاحبان عقل کی لعنت و ملامت کے علاوہ تاریخ میں کچھ باقی نہ رہ گیا، لیکن آج انسان جو زندگی بسر کر رہا ہے، جہاں تک اس میں عقل و دانش اور فہم و فراست پائی جاتی ہے، جس حد تک وہ شریف افکار و عقائد پیش کرتا ہے اور جس حد تک اس میں نیک انسانی خصوصیت دکھائی دیتی ہیں یہ سب کچھ درحقیقت ان حکماء، عرفاء اور دانشمندوں کے نقش قدم کی پیروی ہے جن کی فکر انسانی تاریخ میں موجود ہے۔ جن لوگوں نے ظلم، جبر، زیادتی اور ناانصافی کے خلاف ثابت قدمی سے کام لیا ہے۔ اگرچہ وہ لوگ خود تو چلے گئے لیکن ان کی فکر باقی رہ گئی اور ان کا تیر صحیح نشانہ پر بیٹھ گیا۔ آج دنیا میں رائج مغربی تہذیب وتمدن کی آزادی اور اسلامی فرہنگ وثقافت کے سایہ میں پروان چڑھنے والی آزادی کے درمیان یہی بنیادی فرق اور اختلاف ہے جس کے بارے میں ہم لوگ بحث کر رہے ہیں اور جن کے مختلف حصوں کا تجزیہ آگے پیش کیا جائے گا۔

آزادی کی بنیاد اور اس کا مقصد:

بظاہر یہ ایک سادہ اور معمولی بات ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صاحبان عقل فکری مباحث میں دلچسپی رکھنے والے اور اسلامی مسائل کے بارے میں غور وفکر کرنے والے اس حقیقت سے بھی بخوبی آشنا ہوں اور اس کے سلسلے میں حسب ضرورت گہرا مطالعہ بھی کریں کیونکہ مغربی تہذیب وتمدن والی آزادی اور اسلامی ثقافت میں موجود آزادی سے بالکل الگ اور مختلف ہے۔ جب موجودہ مغربی تہذیب کے متوالے یہ کہتے ہیں کہ انسان کو آزاد رہنا چاہئے تو ان کی اس آزادی کا مطلب ومقصد اس آزادی سے بالکل مختلف ہے جس آزادی کا مطالبہ انسان کرتا ہے اور جو اسلامی قوانین کے برعکس ہے۔ چنانچہ موجودہ مغربی تہذیب میں آج جب ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان کو آزاد ہونا چاہئے تو یہ آزادی ایک مخصوص فلسفہ و بنیادی فکری مقصد کی حامل ہوتی ہے اور جب اسلام کہتا ہے کہ انسان کو آزادی حاصل ہونی چاہئے تو وہ ایک دوسرے فلسفہ ومقصد و بنیاد کی حامل آزادی ہے۔

مغرب میں آزادی کی بنیاد انسانی مطالبات اور رجحانات ہیں جب ہم مطالبات اور رجحانات کہتے ہیں تو اس کا مقصد فقط عقلی اور منطقی رجحانات بھی نہیں ہے۔ پس مغربی تہذیب وتمدن میں جب آزادی کی بات کرتے ہیں تو اس میں سیاسی آزادی بھی شامل ہوتی ہے، یعنی سیاسی سرگرمی وحق رائے دہندگی، حق انتخاب، حق قانون سازی، حق کسب وکار اور دیگر امور میں لازمی حق وغیرہ جس میں انسان کی انفرادی شہوانی سرگرمیاں بھی شامل ہوتی ہیں۔ مثلاً اگر لوگ یہ کہیں کہ فلاں مرد یا عورت مجمع عام میں سڑک پر ایسی نامناسب، اعتراض آمیز حالت میں کیوں نکلتا ہے اور ایسی نازیبا

حرکتیں کیوں کرتا ہے جس کو دیکھ کر عام آدمی کو شرم محسوس ہونے لگتی ہے؟ اس سوال کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اس کی مرضی ہے، وہ آزاد ہے، جو دل چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

آزادی کا فلسفہ، چاہنا اور طلب کرنا ہے یعنی انسان کی دلی خواہش وتمنا اور مغرب میں آزادی کی بنیاد یہی چاہت اور تمنا ہے۔ اگرچہ مغرب میں یہ کہتے ہیں کہ آزادی قانون کی پابند اور قانون کے دائرہ میں محدود ہے لیکن خود وہ قانون بھی افراد کی خواہشات اور تمناؤں کا نتیجہ ہوتا ہے کیوں کہ مغربی تمدن اور جمہوریت میں عوام کی اکثریت ہی قانون کا تعین کرتی ہے۔ چونکہ ان کا دل چاہتا ہے اور وہ یہ فکر بھی کرتے ہیں کہ یہ اچھا اور مناسب ہے۔ قانون کی خوبی کی دلیل اس کا انسانی قدروں کے مطابق ہونا لازمی نہیں ہے۔ معاشرہ میں رہنے والے افراد کی اکثریت کی خواہشات، تمنائیں قانون اور نظام کی تخلیق کرتی ہیں اور یہ قانون ونظام عمومی آزادیوں کو اپنے چوکھٹے کے اندر محدود کردیتی ہے۔ پس مغربی تہذیب وتمدن میں آزادی درحقیقت انسانوں کی دلی خواہشات اوران کی تمناؤں سے جڑی ہوئی ہے۔

البتہ یہ عرض کردینا بھی لازمی ہے یہ معاملہ کا ظاہری رنگ وروپ ہے۔ موجودہ مغربی تہذیب وتمدن میں یہ چیزیں بھی اپنی حقیقی صورت میں موجود نہیں ہیں۔ اگر آج کوئی شخص مغربی مسائل ومعاملات کے بارے میں غور وفکر کرے اور ان کی مشکلات کا مطالعہ کرے تو اسے بخوبی معلوم ہوجائے گا کہ ایک مخصوص جماعت سے وابستہ افراد ہی اکثریت کی رائے کی تشکیل کا کام انجام دیتے ہیں جیسے امریکہ جیسے بعض ممالک میں موجود اور سرگرم صہیونی سیاسی اور اقتصادی گروہ جو مختلف سیاسی اور اقتصادی اداروں اور تنظیموں سے وابستہ ہوا کرتے ہیں پس مغربی دنیا میں آزادی کی بنیاد معاشرہ کی ممتاز طبقوں کے مطالبات پر قائم ہے جن میں سرمایہ داروں، کمپنی کے مالکوں، سرگرم بین الاقوامی اقتصادی موقوفات کے ذمہ داروں، ہوٹل مالکوں اور بین الاقوامی تجارتی کمپنی کے مقتدر افراد کی سرگرم موجودگی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اگر یہ ضروری سمجھ لیتے ہیں کہ فلاں شخص کو ملک کا صدر جمہور یہ ہونا چاہئے تا کہ اس کی حکومت کے زمانہ میں ان کے اقتصادی منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا جاسکے تو یہ لوگ اپنے جملہ امکانات اور اختیارات کو اس مطلوبہ شخص کی حمایت میں صرف کرنے لگتے ہیں۔ ابلاغ عامہ کے وسائل کو جن میں اکثر انہیں بین الاقوامی کمپنیوں کے ہاتھ میں ہوتے ہیں، منہ مانگی قیمت دے کر خرید لیتے ہیں تا کہ ان وسائل کے ذریعہ رائے عامہ کو مطلوبہ شخص یا سیاسی پارٹی کی طرف موڑ سکیں اور لوگ اسی شخص یا پارٹی کے حق میں ووٹ ڈالیں جس کو ان لوگوں کی حمایت حاصل ہے۔

آج عالمی سیاست میں یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ امریکہ میں اگر کوئی شخص بڑی کمپنیوں، طاقتور اور مشہور اقتصادی گروہوں سے ٹکراتا ہے تو اس کا سیاسی مستقبل یقینی طور پر تاریک ہوجاتا ہے، وہ عام انتخابات میں کامیابی نہیں حاصل کرپاتا ہے اور اقتدار کی باگ ڈور اس کے ہاتھوں میں نہیں پہنچ پاتی ہے اور اگر اقتدار حاصل کرنے کے بعد ان

لوگوں کی مرضی کے مطابق کام انجام نہیں دیتا ہے تو اس کو مسند اقتدار سے نیچے گھسیٹ لیتے ہیں یا اس کو قتل کر دیتے ہیں یا اس کے لئے طرح طرح کی پریشانیاں پیدا کرتے رہتے ہیں چنانچہ اس قسم کے نظام میں ایسے حوادث اکثر رونما ہوتے رہے ہیں اور سبھی لوگ ان کے شاہد ہیں۔ پس اگر چہ آزادی عام انسانوں کی خواہش و تمنا پر مبنی کہی جاتی ہے لیکن بنیادی اعتبار سے دیکھا جائے تو اس میں عام لوگوں کی خواہش و تمنا اور معاشرہ کے لوگوں کے مطالبات کا کوئی عمل و دخل نہیں ہوا کرتا بلکہ اس آزادی کی، جو قانون اور نظام کی تشکیل کرتی ہے، فطری بنیاد درحقیقت بڑے بڑے ہوٹلوں، مختلف کمپنیوں، سیاسی اور اقتصادی گروہوں سے وابستہ شخصیتوں پر قائم ہوتی ہے اور ان لوگوں کی خواہش کو عام لوگوں کی خواہش بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

مغرب میں آزادی کی بنیاد یہ ہے کہ اسی تصور و تفکر کی بنیاد پر عالمی انسانی حقوق منشور کی تشکیل عمل میں آئی اور اگر آپ اس منشور کا مطالعہ کریں تو اس میں تمام دنیا کے لوگوں کے لئے فکر، عقیدہ اور راہ و روش کے اعتبار سے مختلف قسم کی آزادیوں کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دنیا کے ایک ملک میں یہاں تک ان ممالک میں بھی جن کے رہنماؤں نے عالمی انسانی حقوق منشور پر دستخط کئے ہیں یا ان ممالک میں جو آج آزادی کے علمبردار بنے ہوئے ہیں، کہیں کوئی ایسا ملک نظر نہیں آتا جہاں عالمی انسانی حقوق منشور ہیں درج شدہ باتوں پر عمل کیا جا رہا ہو۔ اگر چہ اس میں عام انسان کا کوئی خاص فائدہ بھی نہیں ہے پھر بھی جب ان کے مفاد و مصالح سے میل کھاتا ہے اور وہ ان لوگوں کو بے حد پسند بھی ہے، آئے دن اس کی حمایت میں فلک شگاف نعرے بھی بلند کرتے ہیں تو کم از کم ان کو عملی رنگ و روپ تو دیا ہوتا۔

پس آپ لوگوں نے خود ہی مشاہدہ کیا ہوگا کہ مغربی ناظرین اور مصنفین کی نظر میں دنیا کے وہی ممالک زیادہ آزاد کہے جاتے ہیں جہاں جنسی اور شہوانی خواہشات کی زیادہ سے زیادہ ترویج دکھائی دیتی ہے۔ جب لوگ یہ دریافت کرتے ہیں کہ دنیا کے کون سے ملک تمام ممالک سے زیادہ آزاد ہیں؟ تو یہ لوگ بعض ایسے ''اسکانڈینیاوی'' اور شمال مشرق یوروپ کے ملکوں کا نام لیتے ہیں جہاں جنسی آزادی نہیں بلکہ جنسی بدعنوانی عام طور پر رائج ہے اور اس بدعنوانی کو یہ لوگ آزادی کے کھاتہ میں ڈال کر دنیا کے سامنے انھیں آزادی کا نمونہ بنا کر پیش کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ دنیا کے آزاد ترین ملک ہیں۔ پس مغربی دنیا میں آزادی کا حقیقی مفہوم یہی ہے کہ انسانی خواہشات اور اس کی شہوانی اور نفسانی تمناؤں نیز قوۂ غضبیہ و شہویہ کو بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے اور اس پر کسی طرح کی کوئی پابندی یا روک ٹوک نہ لگائی جائے بلکہ ان لوگوں کو بے روک ٹوک آزادی سے فائدہ اٹھانے کے لئے قانونی سہولتیں بھی فراہم کی جائیں۔ واضح رہے کہ ان معاشروں میں جو قانون بنائے جاتے ہیں وہ بھی بے لگام انسانی خواہش کے سایہ میں تشکیل پاتے ہیں۔

